اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وسطی ایشیا کی تقریباً تمام نو آزاد مسلم ریاستوں کے مسلم عوام ۱۹۹۱ء کے اواخر میں سوویت یونین کے زوال سے بھی بہت پہلے سے اپنی شناخت کی بازیافت کے عمل سے گزر رہے تھے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ زار شاہی اور کیمونسٹ دور غلامی میں اس عمل کا تسلسل کسی بھی مرحلہ پر ٹوٹنے نہیں پایا۔ اگرچہ اس کے مظاہر نے مختلف ادوار میں حالات کی مناسبت سے مختلف شکلیں اختیار کیں۔ پان ترکزم، پان اسلامزم، جدیدیت اور "اتھنک نیشنلزم" قسم کے نظریات کی بنیادیں، جو مختلف ادوار میں وسط ایشیائی عوام میں پروان چڑھے، یہاں کے مسلم عوام کی طرف سے اپنی جداگانہ شناخت بحال رکھنے اور مسلم تشخص برقرار رکھنے کے عزم صمیم ہی میں پیوست تھیں۔ اس حقیقت کو ماضی میں اگر ایک طرف سابق سوویت یونین نے مسلسل نظرانداز کرنے کی روش اختیار کرتے ہوئے مؤثر مذہب مخالف عملی اقدامات اور پروپیگنڈہ جاری رکھا، اور بالاخر ایک متحدہ "سوویت قومیّت" اور "سوویت فرد" کی تشکیل کا یکسر جھوٹا مژدہ سنایا، تو دوسری طرف وسطی ایشیا کے موجودہ کیمونسٹ حکمرانوں نے نہ تو سابق سوویت صدر گورباچوف کی گلاسناسٹ اور پیرسٹرائیکا اصلاحات کے عہد میں ان قومی خواہشات اور امنگوں کو اظہار کی اجازت دی، اور نہ ہی وہ سوویت یونین سے آزادی کے بعد وسطی ایشیا کے مسلم عوام کے ان ملّی جذبات کے احترام میں سوویت عہد کے مذہب مخالف استبدادی ہتھکنڈوں کو خیرباد کہنے کی جرأت مندانہ پالیسی اختیار کرنے پر رضامند ہوئے۔

وسطی ایشیا کی موجوہ قدامت پرست کیمونسٹ قیادت احیاء اسلام کو اپنے اقتدار کے لیے ایک زبردست خطرہ سمجھتی ہے۔ تقریباً تمام ہی نو آزاد وسط ایشیائی ریاستوں میں جمہوریت پسند اسلامی پارٹیوں کی سرگرمیوں پر پابندیاں لگادی گئی ہیں۔ ان کے لیڈروں اور ارکان کو پس دیوارِ زنداں دھکیل دیا گیا ہے، اور یوں حکومتی پالیسیوں سے اختلاف کرنے کے ان کے جمہوری حقوق کا انکار کر دیا گیا ہے۔ تاجکستان میں اس صورت حال کے نتیجہ میں حالات خانہ جنگی پر منتج ہوئے، جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لاکھوں ملک چھوڑ کر ہمسایہ ملک افغانستان کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیے گئے۔ اگرچہ مسئلہ کو حل کرنے کی غرض سے پاکستان، ایران اور روس کی طرف سے فریقین کو مذاکرات پر راضی کرلیا گیا ہے، جس کے دو دور ماسکو اور تہران میں ہو چکے ہیں اور اسلام آباد میں تیسرے دور کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی ہیں، لیکن جب تک جمہوری روایات کے مطابق حزبِ مخالف کے حق اختلاف اور عوام کے ملّی اور مذہبی جذبات کا احترام کرنے کی پالیسی حکمرانوں کی طرف سے اختیار نہیں کی جاتی، مسئلہ کے حل کی طرف حقیقی پیش رفت نہیں ہوسکتی۔